مُحدّث امام زہری قرّاء اور مفسرین کی صف میں

ایک تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر امتیاز احمد*

محمد بن مسلم بن شہاب الزہری المتوفی ۱۲۴ھ اموی دور کے اُن جلیل القدر علماء میں سے ہیں۔ جن کی علمی خدمات کبھی بھی فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ انہوں نے حدیث کی جمع و تدوین میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے صرف یہی خدمت اُن کو رہتی دنیا تک یاد رکھنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن مدینہ کے اس حافظ حدیث اور حجاز و شام کے اس عالم نے علم حدیث کے علاوہ بھی بہت سے علوم و فنون میں نام پیدا کیا۔ جمہور زہری کو محض ایک محدّث کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث کے علاوہ وہ تفسیر، فقہ، مغازی، علم الانساب، شاعری اور لغت پر بھی پورا عبور رکھتے تھے۔

زہری کے اتنے سارے علوم پر حاوی ہونا کچھ حیرت کی بات نہیں معلوم ہوتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بچپن ہی سے علم کے شیدائی اور تحصیل علم کے شائق تھے۔ قدرت نے چونکہ حافظہ بھی بلا کا دیا تھا اس لیے بہت جلد اپنے شوق کی تکمیل کی اور مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کر لی۔ تعلیم کی ابتدا قرآن پاک سے کی اس کے بعد عبداللہ بن ثعلبہ سے علم الانساب سیکھا۔ (۱) اور اس میں ایسی مہارت پیدا کی کہ اس فن پر ایک کتاب لکھ ڈالی جو اس موضوع پر اوّلین تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ (۲) علم الانساب کے علاوہ زہری صالح بن کیسان کے حلقۂ درس میں بھی شریک ہوئے جو شعر و لغت کے مانے ہوئے استاد تھے۔ صالح کے زیر تربیت زہری نے عروض و لغت پر عبور حاصل کیا جس کا استعمال انہوں نے آئندہ زندگی میں سیرت و مغازی کی تدریس کے دوران کیا۔

---

* ایم اے ایل ایل بی (الہ آباد)، پی ایچ ڈی (ایڈنبرا) ایسوشیئٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی، کراچی

وہ اپنے شاگردوں کو ان مضامین کی تعلیم دیتے وقت اکثر اشعار کا استعمال کرتے۔ (۳) شاعری سے آپ کو ایسا شغف تھا کہ درس حدیث کے بعد آپ اس صنف سخن پر بھی تھوڑی دیر اظہار خیال فرمایا کرتے تھے۔ (۴) لیکن ان کی اصل توجہ دراصل دینی تعلیم کی طرف تھی۔ چنانچہ جلد ہی وہ حلال و حرام اور روایت و حفظ حدیث کی جانب متوجہ ہوئے اور اس کے امام بن گئے۔ (۵) آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے ایما پر حدیثیں جمع کرنے کا کام شروع کیا۔ چنانچہ ابن عبدالبر جامع بیان العلم میں روایت کرتے ہیں کہ "سب سے پہلے جس نے علم (حدیث) کی تدوین کی وہ امام زہری تھے"۔ (۶) حدیث میں آپ کی شہرت یہ تھی کہ جب مدینہ میں داخل ہوتے تو ان کی موجودگی میں علماء میں سے کوئی بھی حدیث روایت نہ کرتا تھا بلکہ آپ سے حدیثیں سننے کیلئے آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور اسطرح ان کے ہاں تلامذہ کی بھیڑ لگ جاتی (۷) اس فن میں آپ نے بہت نام پیدا کیا۔ چنانچہ مکحول المتوفی ۱۱۲ھ کا قول ہے کہ "زمین کی سطح پر زہری سے بڑھ کر حدیث کا کوئی عالم زندہ موجود نہیں" (۸) اور یحییٰ بن سعید انصاری المتوفی ۱۴۳ھ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے پاس علم کا اتنا ذخیرہ موجود نہیں جتنا زہری کے پاس ہے۔" (۹)

اُن کے علم کی لگن اور کثرت مطالعہ کے متعلق یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب وہ گھر میں تنہا ہوتے تو اپنے اردگرد کتابوں کا انبار لگا کر ان میں اتنا مشغول ہوتے کہ اور کسی بات کا خیال نہ رہتا۔ چنانچہ ان کی بیوی تنگ آ کر بے اختیار کہہ اٹھیں کہ خدا کی قسم یہ کتابیں میرے لئے تین سوکنوں سے زیادہ ضرر رساں ہیں۔" (۱۰) علم کے شوق کے ساتھ ساتھ آپ کا حافظہ بھی اتنا قوی تھا کہ آپ نے صرف اسّی دنوں میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا (۱۱) حفظ حدیث کے بارے میں خود امام زہری کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں جو علم امانت رکھا ہے اسے کبھی نہیں بھولا۔ ایک دوسری روایت میں آپ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی حدیث کے اعادہ کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ایک کے سوا کسی حدیث میں کبھی شک کا اظہار کیا۔ (۱۲) یعنی جو کچھ سنا ایک مرتبہ ہی یاد ہو گیا۔ اپنے قوی حافظہ کے متعلق زہری کہا کرتے تھے کہ جب میں بقیع کے قبرستان سے گذرتا ہوں تو اپنے کان بند کر لیتا ہوں کہ مبادا ان میں کوئی خرافات داخل ہو جائے کیونکہ ان میں جب بھی کوئی بات گئی ہے اسے میں بھلا نہیں سکا ہوں (۱۳)

تحصیل علم کی خواہش اور بے پناہ قوت حافظہ کے علاوہ زہری محنت سے جی نہ چراتے۔ اکثر راتوں کو

جاگتے۔ علم کے حصول کے لئے سفر اختیار کرتے، اساتذہ کی خدمت کرکے ان سے حدیثیں سنتے، انہیں لکھ لیتے اور راتوں کو جاگ کر انہیں یاد کیا کرتے۔ خود علم حاصل کرتے اور اپنے شاگردوں تک پہنچا دیتے۔ طویل سفر کر کے دیہاتوں میں جاتے، بدوؤں کو علم کی طرف مائل کرتے اور انہیں دینی تعلیم دیتے (۱۴) اموی خلفاء کی خواہش پر ان کے بچوں کو حدیثیں سناتے اور لکھواتے۔ غرض آپ کی دولت علم سے ہر خاص و عام مستفید ہوتا۔ اگر ایک طرف آپ شہزادوں کے اتالیق و معلم تھے تو دوسری جانب غریب بدوؤں کے استاد۔ مختصر یہ کہ آپ نے اپنی ساری زندگی لکھنے پڑھنے اور تعلیم و تدریس کے لئے وقف کر دی تھی۔

گو امام زہری عام طور سے فن حدیث کے مستند امام اور مایہ ناز عالم مانے جاتے ہیں لیکن کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ محدث کے علاوہ مفسر بھی تھے۔ جدید تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام زہری علوم دینیہ کی اس اہم صنف پر بھی پوری دسترس رکھتے تھے۔ آئندہ صفحات میں ہم امام موصوف کی انہیں علمی خدمات کا ایک خاکہ پیش کریں گے جو انہوں نے علم قرأت اور علم تفسیر کے سلسلہ میں انجام دیں۔

جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں امام زہری کو بچپن ہی سے تحصیل علم کا بالعموم اور تحصیل علوم دینیہ کا بالخصوص شوق تھا۔ چنانچہ انہوں نے حدیث سے پہلے قرآن کا علم حاصل کیا اور صرف اسی راتوں کی قلیل مدت میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔ (۱۵) اس کے علاوہ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم فن قرأت اور دیگر علوم دینیہ سے شروع کی۔ چنانچہ آپ نے مدینہ کی طالب علمی کے زمانہ میں علم القرأت کی تعلیم اس شہر کے سب سے مشہور استاد عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کی ملاقات مشہور صحابی اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے ہو گئی جن سے آپ نے وہ احادیث اخذ کیں جن میں یہ بتایا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود و نیز دیگر صحابہ کرام کن کن طریقوں سے قرأت کیا کرتے تھے۔ ان میں بعض وہ صحابہ بھی شامل تھے جن سے کوئی مخصوص قرأت منسوب تھی یا جن کے نام سے مختلف مصاحف مشہور ہیں مثلاً علی بن ابی طالبؓ۔ معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ۔ (۱۶) زہری نے ان مختلف قرأتوں کا غائر مطالعہ کیا اور خود بھی اس فن میں مہارت حاصل کی۔ جلد ہی وہ اپنے وقت کے مشہور قاری

سمجھے جانے لگے (۱۸) اور اپنے شاگردوں کو القرأت السبعہ کا درس دینے لگے۔ (۱۹) فن قرأت کی تدریس میں امام زھری کو حدیث سے بے حد مدد ملی۔ آپ احادیث کی روشنی میں طلبا کو بتلاتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود یا دیگر صحابہ کرام فلاں آیت کس طریقے سے پڑھا کرتے تھے۔ مثلاً انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آپ نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "وَالعَيْنَ بِالعَيْنِ" (۲۰) کے بجائے "وَالعَيْنُ بِالعَيْنِ" تلاوت کیا کرتے تھے (۲۱) اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آپ نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ "فاسعوا" (۲۲) کی بجائے "فامضوا" پڑھا کرتے تھے۔ (۲۳)۔ یا مثلاً عروہ کے حوالے سے امام زھری نے نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "كُذِبوا" (۲۴) کو "كُذِّبوا" تلاوت کرتی تھیں۔ (۲۵)

زھری کے ہاں اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جس سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ علم القرأت میں بھی ویسی ہی دلچسپی رکھتے تھے جیسی علم الحدیث میں۔ انہیں اس صنف پر کتنی قدرت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے زمانہ کے مروجہ قرأت کے طریقوں پر تنقیدیں کیں اور اس سلسلہ میں اپنا واضح نقطۂ نظر پیش کیا۔ زھری کے ان نظریات کو علمی حلقوں میں بہت اہمیت دی گئی اور علماء کے مابین یہ نظریات نقد و تبصرہ کا موضوع بنے۔ ان میں سے بعض ایسے تھے جو قرأت کے بنیادی اصول تسلیم کئے گئے اور قراء نے ان پر عمل کیا۔ ان کے چند نظریات ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ امام زھری فن قرأت میں بھی اپنا ایک مقام رکھتے تھے:

(الف) زھری کے خیال میں "بسملہ" (بسم اللہ الرحمن الرحیم) قرآن کی ہر سورت (سوائے سورۃ توبہ کے) کا جزو ہے لہٰذا ہر سورت کی ابتداء میں اس کی تلاوت لازمی ہے۔ زھری کے اس اصول کو اکثر قراء نے تسلیم کیا اور ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا ضروری قرار دیا۔ (۲۶)

(ب) زھری نے دوسرا اصول یہ دیا کہ قرآن کی تلاوت میں کچھ مقامات پر تقدیم و تاخیر جائز ہے۔ یعنی کچھ آیتوں میں اس کی اجازت ہے کہ ایک لفظ کو دوسرے پر مقدم یا مؤخر کر کے تلاوت کی جائے۔ (۲۷)

(ج) زھری کے خیال میں سورہ فاتحہ کی آیت نمبر ۳ کی صحیح قرأت "مالك يومِ الدين" ہے نہ کہ

"مٰلِكِ یوم الدین" جیسا کہ بعض قراء پڑھتے ہیں۔ زھری کہتے ہیں کہ اوّل الذکر قرأت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ونیز حضرات ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، زبیرؓ اور اُبی کی قرأتیں ہیں جس پر عمل کرنا چاہئیے اور دوسری قرأت کی ابتدا مروان بن الحکم کے زمانہ میں ہوئی جس پر عمل غلط ہے۔ (۲۸)۔

(د) مختلف قرأتوں کے متعلق زھری کا نظریہ یہ ہے کہ سات قرأتوں میں صرف ایک قرأت کی پابندی لازمی نہیں ہے۔ بلکہ قاری کو اختیار ہے کہ وہ ایک ہی قرأت کی پابندی کرے یا ایک سے زائد کی۔ زھری کے خیال کے مطابق قاری کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ ایک قرأت سے دوسری قرأت کی طرف دوران قرأت ہی منتقل ہو جائے۔ زھری کا یہ نظریہ دیگر علمائے قرأت سے بالکل مختلف ہے جس کی رو سے قاری کو صرف ایک ہی قرأت کی پابندی کرنی ہوتی ہے اور اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ دوران قرأت کسی دوسری قرأت کی طرف منتقل ہو جائے۔ (۲۹)۔

قرأت کے متعلق زھری کے مندرجہ بالا نظریات اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ زھری کو قرآنی علوم میں سے علم القرأت پر کافی دسترس حاصل تھی اور اس فن کی ترویج و ترقی میں ان کا بھی نمایاں حصہ ہے۔ اس فن میں زھری کی شہرت اس حد تک ہے کہ جس طرح مختلف قرأتیں مختلف صحابہ یا ان کے متبعین کے نام سے موسوم ہیں اسی طرح زھری کے نام سے بھی ایک قرأت مشہور ہے۔ چنانچہ جب ہم ابو العالیہ، سعید بن جبیر، مجاہد اور اعمش وغیرہ کی مخصوص قرأتوں کا ذکر سنتے ہیں تو انہیں کے ساتھ ساتھ زھری کی قرأت کا نام بھی لیا جاتا ہے جو علمائے قرأت اور علمائے تفسیر کے ہاں مقبول تھی۔ (۳۰)

جو قرأت زھری کے نام سے موسوم ہے وہ بے حد سادہ اور آسان ہے۔ دراصل زھری نے مختلف لوگوں کے ہاں سے ایسی قرأتیں اخذ کیں جن کا پڑھنا سہل ہو اور اپنے نام سے ایک مخصوص قرأت ایجاد کی جسے قاری بآسانی پڑھ اور سمجھ سکے۔ کتب علم القرأت اور کتب تفسیر میں قرأت زھری کی ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو قرآن کی مروجہ قرأت سے مختلف ہے۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں:۔

نمبر و نام سورہ	آیت نمبر	مروجہ قرأت	قرأت زھری
۲۔ بقرہ	۳۸	فَلَا خَوْفٌ	فَلَا خَوْفَ (۳۱)

〃	۴۹	يُذَبِّحُونَ	يَذْبَحُونَ	(۳۲)
〃	۱۰۲	هٰرُوتَ	هٰرُوتُ	(۳۳)
۴۔ نساء	۴	صَدُقٰتِهِنَّ	صَدْقَتِهِنَّ	(۳۴)
۲۰۔ طٰهٰ	۶۶	يُخَيَّلُ	تُخَيَّلُ	(۳۵)
۳۵۔ فاطر	۲۷	جُدَدٌ	جَدَدٌ۔ جُدُدٌ	(۳۶)
۵۸۔ مجادلة	۷	أُكْثَرَ	أَكْبَرَ	(۳۷)
۸۰۔ عبس	۳۷	يُغْنِيهِ	يَعْنِيهِ	(۳۸)

فن قراءت کے علاوہ فن تفسیر سے بھی زھری بخوبی واقف تھے۔ علوم دینیہ کی اس اہم صنف پر زھری کو کتنا عبور حاصل تھا اس کا اندازہ لیث بن سعد کے اس قول سے ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "جب زھری تفسیر کے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں تو سامع کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ اس فن کے ماہر اور انتہائی کہنہ مشق اُستاد ہیں جنہوں نے اس کے حصول میں اپنا پورا وقت صرف کیا ہے" (۳۹) لیث کا یہ قول کسی مبالغہ پر مبنی نہیں ہے کیونکہ زھری کے علم تفسیر کے متعلق ایک کثیر مواد مروی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں اس فن پر پوری دسترس حاصل تھی وہ علم تفسیر سے صرف واقف ہی نہ تھے بلکہ اپنے شاگردوں کو اس کا باقاعدہ درس دیا کرتے تھے اور اُن کا شمار تابعین صغار کے مشہور مفسرین مثلاً قتادہ بن دعامہ، محمد بن کعب القرظی، زید بن اسلم العدوی اور سلیمان بن مہران الاعمش میں ہوتا ہے۔ (۴۰)

زھری بڑی دلچسپی سے اپنے شاگردوں کو تفسیر کا درس دیا کرتے تھے۔ قرآنی آیات کی تشریح و توضیح میں مختلف موضوعات زیر بحث آتے جن کا امام زھری عالمانہ جواب دیتے تھے۔ امام موصوف کے یہ جوابات جو اُن کے شاگردوں کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انہیں فن تفسیر سے پوری واقفیت تھی۔ آیات کی تفسیر میں زھری شرعی احکام، سیر و مغازی، نحوی تراکیب، اسباب نزول اور احادیث مرفوعہ و موقوفہ سبھی کچھ بیان کرتے جو فن تفسیر کے اصل موضوعات ہیں۔ زھری کے شاگرد ان تشریحات و توضیحات کو من وعن

اپنے شاگردوں کو منتقل کرتے رہے۔ ان شاگردوں میں سے بعضوں نے تفاسیر لکھیں جن میں زیادہ تر امام زھری کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ ان کے جن تلامذہ نے فن تفسیر میں نام پیدا کیا اُن میں ابن جریج اور معمر بن راشد سرفہرست ہیں۔ ان شاگردوں کی تفاسیر میں سے معمر بن راشد کی تفسیر ہم تک پہنچی ہے (۴۱) اس تفسیر کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ تقریباً نصف کتاب خود زھری کی مرویات ہیں جنہیں بغیر کسی اضافہ اور حشو و زوائد کے اس میں شامل کر دیا گیا ہے۔

قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح کرنے میں زھری کا اپنا ایک انداز ہے۔ وہ جن طریقوں سے آیات کی تفسیر بیان کرتے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ تشریح قرآن بذریعہ قرآن :

قدیم مفسرین کی طرح زھری بھی اکثر مجمل آیات کی تشریح مفصل آیات سے اور مفصل کی مجمل آیات سے کرتے تھے۔ یعنی بجائے اس کے کہ وہ اپنے الفاظ میں آیات کی تشریح کریں وہ ایسی آیات پیش کر دیتے جو اُن آیات کی خود تشریح ہوتیں۔ مثال کے طور پر وہ قرآن کی مجمل آیت "وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ" (اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا (۴۲) کی تفسیر اپنے الفاظ میں بیان کرنے کے بجائے وہ سورۂ لقمٰن کی یہ مفصل آیت پیش کر دیتے ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔ (۴۳) (اس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آتی ہے، اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے) (۴۴)۔

تفسیر القرآن بالقرآن کا یہ انداز صحابہ میں عام تھا جس کی پیروی زھری نے بھی کی۔

۲۔ تشریح قرآن بذریعہ حدیث :

زھری کی تفسیر آیات کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ آیات کی تشریح حدیث کے ذریعہ کرتے تھے (۴۵)۔

ان کی تفسیر میں یہ طریقہ سب سے زیادہ مستعمل ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے پاس ہر موقع کی ہزاروں حدیثیں زبانی یا تحریری محفوظ تھیں۔ لہٰذا ہر قسم کی قرآنی آیات کی تشریح کے لیے انہیں بآسانی احادیث مل جاتیں۔ البتہ ایسا کرنے میں زھری مرفوع حدیثوں کو موقوف احادیث پر ترجیح دیتے تھے۔

یہ طریقہ بھی صحابہ کرام کے ہاں عام تھا جسے زھری نے اپنایا۔ صحابہ کرام تفسیر قرآن کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ زھری کو چونکہ حضور اکرمؐ کی ذات گرامی نصیب نہ ہو سکی لہٰذا وہ ان کے اُن ارشادات کی طرف رجوع کرتے جو صحابہ کے ذریعہ اُن تک پہنچے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ زھری کی تفسیر میں ہمیں حدیثوں کا بیش بہا خزانہ ملتا ہے۔ (۴۶)۔

۳۔ تشریح قرآن بذریعہ احادیث موقوفہ

قرآن کی بہت سی آیات کی تشریح میں زھری اُن احادیث کا سہارا لیتے جو صحابہ سے مروی ہوں۔ ایسا کرنا زھری کے لیے مشکل نہ تھا کیونکہ ان کے پاس تقریباً تمام مشہور صحابہ کی روایات محفوظ تھیں۔ البتہ کسی آیت کی تشریح میں صحابہ کے مختلف اقوال ملتے تو وہ اُن روایات کو قبول کرتے جو آیت کی سب سے واضح تشریح کرتی ہوتیں۔ اس سلسلہ میں زھری عمر بن الخطابؓ، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کی روایات کو دوسرے صحابہ کی روایات پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ (۴۷)

۴۔ تفسیر قرآن بذریعہ اجتہاد:

قرآنی آیات کی تشریح کے لیے اگر دوسری قرآنی آیات، احادیث مرفوعہ یا احادیث موقوفہ نہ دستیاب ہوتیں تو امام زھری اپنی محتاط رائے سے اس کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ (۴۸) البتہ ایسا کرتے وقت وہ لفظ "نری" (ہماری رائے میں) کا اضافہ کر دیتے جس سے تفسیر قرآن میں ان کی علمی دیانت اور حد درجہ احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ امام زھری نے اپنی تفسیر میں اس طریقہ کا خاصا استعمال کیا ہے۔

علم تفسیر سے زھری کی پوری واقفیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ وہ تشریح آیات کے ساتھ ساتھ اس فن کے اصول و مبادیات سے بھی بحث کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں اپنا واضح نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں۔ مثال کے

طور پر حروف مقطعات کے بارے میں وہ صاف طور پر کہتے ہیں کہ الم، الر، المص، کھیعص، حم وغیرہ حروف مقطعات کی تفسیر نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ نہ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے اُن کی تفسیر بیان کی تھی۔ اسی طرح آیات متشابہات اور ذات وصفات باری تعالےٰ کی تفسیر اُن کے نزدیک جائز نہیں چنانچہ جب ان کے شاگرد آیات متشابھات یا ان آیات کی تفسیر پوچھتے جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات مذکور ہوتیں تو آپ جواب دیتے کہ ان کی تفسیر یونہی (انہیں الفاظ میں) کی جائے گی یعنی ان کی مزید تشریح جائز نہیں۔

مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے قرآن کی تشریح وتوضیح میں اسرائیلیات کا سہارا لیا ہے لیکن امام زہری اس معاملہ میں بالکل منفرد ہیں۔ وہ اسرائیلیات کے سخت مخالف ہیں اور قرآنی آیات کی تشریح میں انہیں قطعی استعمال نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ مفسرین کو قرآن میں مذکور انبیا کے قصوں کی تشریح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی احادیث پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ (۵۰)

زھری اُن قرآنی آیات کی تفسیر بالتفصیل کرتے ہیں جن کا تعلق سیرت اور مغازی سے ہوتا ہے۔ جنگ کے جس واقعہ کا ذکر ہوتا ہے اس کی تفصیلات ابتداء سے انتہا تک بیان کرنے کے بعد وہ اس کے اثرات ونتائج پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ (۵۱)

آیات احکام کی تشریح کرتے وقت زھری اُن کی شان نزول بیان کرتے ہیں اور پھر ان تمام فقہی مسائل سے بحث کرتے ہیں جو ان آیات سے مستنبط ہوتے ہیں اور اس مسئلہ پر علماء کے آراء اور صحابہ کے فتاویٰ بھی بیان کر دیتے ہیں۔ (۵۲)

جس طرح زھری آیات کی تشریح میں فقہ، سیرت اور مغازی کے علوم سے مدد لیتے ہیں اسی طرح بعض آیتوں کی تشریح میں وہ اپنے علم الانساب سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں (۵۳) نیز غیر معروف الفاظ اور محاوروں کی تشریح وتوضیح کے لئے وہ اپنی لغوی ونحوی معلومات کا استعمال کرتے ہیں۔ (۵۴)۔

غرض تفسیر و تشریح قرآن میں زھری کا اپنا ایک منفرد انداز ہے۔ ذیل میں ہم ان کی تفسیر کی چند مثالیں بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتے ہیں تاکہ ان کے اسلوب تفسیر پر کچھ روشنی پڑ سکے۔

(الف) ابن اسحاق سے مروی ہے کہ انہوں نے زھری سے سورۂ مائدہ کی آیات نمبر ۸۲، ۸۳ اور ۸۴ کی(۵۵) تفسیر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اہل علم سے سنا ہے کہ یہ آیات نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے متعلق اتری تھیں۔ (۵۶)۔

(ب) غالب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب (زھری) سے سورۂ آل عمران کی آیت اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (۵۷) کی تفسیر اور "بکہ" اور "مکہ" کا فرق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ "بکہ" وہ مخصوص جگہ ہے جہاں کعبہ اور مسجد حرام واقع ہے اور مکہ سے مراد وہ پورا شہر ہے جہاں مسجد حرام ہے۔ (۵۸)۔

(ج) عبیداللہ بن الجزری روایت کرتے ہیں کہ میں نے زھری سے قرآن کی آیت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ..... کی تفسیر دریافت کرتے ہوئے "فقراء" اور "مساکین" کا فرق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ "فقراء" وہ غریب لوگ ہیں کہ نہ تو ان کے پاس خود کچھ ہو اور نہ ہی وہ کسی سے خیرات طلب کریں اور "مساکین" سے مراد وہ غریب لوگ ہیں جن کے پاس خود کچھ نہ ہو لیکن وہ دوسروں سے خیرات مانگتے ہوں"۔ (۶۰)

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ زھری کی تفسیر تفسیر بالماثور کا بہترین نمونہ ہے۔

گو امام زھری نے تفسیر پر مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی اس فن کے متعلق جو کچھ انہوں نے اپنے شاگردوں سے روایت کیا یا لکھوایا وہ ایک مختصر تفسیر بننے کے لئے کافی ہے۔ تاہم اس موضوع سے متعلق آپ کی دو تصانیف کا حال ہی میں پتہ چلا ہے۔ برلن کے ایک ہی مخطوط میں زھری کی دو کتابیں تنزیل القرآن اور منسوخ القرآن موجود ہیں (۶۱) ان کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زھری تفسیر پر مستقل کوئی کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے

مذکورہ بالا کتابوں میں اوّل الذکر کا موضوع ترتیب سورِ قرآن ہے جس میں مصنف نے مکی اور مدنی سورتوں کو ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا ہے ۔ دوسری کتاب کا موضوع فن تفسیر کا انتہائی اہم موضوع ناسخ و منسوخ آیات ہے۔ یہ کتاب موضوع کے اعتبار سے اپنی نوعیت کی اوّلین تصنیف کہی جا سکتی ہے۔

مذکورہ صدر حقائق سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام زہری نہ صرف ایک محدّث تھے بلکہ ان کا علم علم قرأت اور علم تفسیر پر بھی محیط تھا۔ لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ابن شہاب الزہری عالم حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مشہور قاری اور ایک مستند مفسر بھی تھے ۔

حواشی اور مصادر و مراجع

۱۔ ذہبی تذکرۃ الحفاظ ج ۱، بیروت ص ۱۰۵

۲۔ ایضاً؛ ذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، قاہرہ ۵۰-۱۹۴۸ء، ص ۱۴۳؛ الرامہرمزی، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی (مخطوطہ)، ص ۲۰ ب۔

۳۔ ہارووٹز، دی ارلیسٹ بائیوگرفیز آف دی پرافٹ اینڈ دیئر آتھرز" اسلامک کلچر، نمبر ۲، ۱۹۲۸ء، ص۔ ۵۰۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ ابن عبدالبر جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۱، قاہرہ، ص ۷۳۔

۶۔ ایضاً، ص ۷۳، ۷۶۔

۷۔ الرامہرمزی، ایضاً ص ۴۰ الف، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۹، بیروت ۱۹۶۶ء، ص ۳۴۳۔

۸۔ ذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، ص ۱۴۹؛ ابن سعد، کتاب الطبقات الکبیر، ج ۲/۲، لیڈن، ۱۹۴۰-۱۹۰۵ء، ص ۱۳۶۔

۹۔ ذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، ص ۱۴۰۔

۱۰۔ ابن خلکان وفیات الاعیان، ج ۱، قاہرہ ۱۳۶۹-۱۳۷۰ء، ص ۴۵۱؛ ابوالفداء، المختصر فی اخبار البشر، ج ۱، قاہرہ ۱۳۲۵ھ، ص ۲۰۴۔

۱۱۔ ابن عساکر تاریخ مدینہ دمشق، ج ۱۴، قاہرہ ۱۹۵۱ء ص ۴۹۶ الف۔

۱۲۔ ذہبی تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱۱؛ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ج ۳ قاہرہ ۵۷-۱۳۵۱ھ، ص ۳۶۳۔

۱۳۔ ابن عبدالبر، ایضاً، ص ۶۹۔

۱۴- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۹، ص ۳۴۵، ذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۵، ص ۱۵۰۔

۱۵- بخاری، التاریخ الکبیر، حیدرآباد، بیاست، ۶۲-۱۳۵۸ھ، ص ۲۲۰۔

۱۶- ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۹۷؛ ابن الندیم الفہرست، بیروت ص ۳۹۔

۱۷- ابوداؤد السجستانی کتاب المصاحف، قاہرہ ۱۳۵۵ھ، ص ۵۳، ۵۴، ۸۳ تا ۸۷۔

۱۸- سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، قاہرہ ۱۳۸۷ھ، ص ۲۰۴۔

۱۹- ایضاً۔

۲۰- قرآن، سورہ نمبر ۵، آیت نمبر ۴۵۔

۲۱- حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، بیروت، ص ۲۳۶۔

۲۲- قرآن، سورہ نمبر ۶۲ آیت نمبر ۹۔

۲۳- عبدالرزاق الصنعانی، مصنف، ج ۳، بیروت ۹۱-۱۳۹۰ھ، ص ۲۰۷۔

۲۴- قرآن، سورہ نمبر ۱۲ آیت نمبر ۱۱۰۔

۲۵- ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۳، قاہرہ ۱۳۹۰ھ، ص ۳۴۷ تا ۳۴۹۔

۲۶- ابوعمرو الدانی، التیسیر فی القرأت السبع، استنبول ۱۹۳۰ء، ص ۱۷، ۱۸؛
القرطبی الجامع لاحکام القرآن، ج ۱، قاہرہ ۱۹۳۶ء، ص ۹۳ تا ۹۶۔

۲۷- القرطبی، ایضاً، ص ۹۳۔

۲۸- ابوداؤد السجستانی، ایضاً، ص ۹۲، ۹۳۔

۲۹- طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج ۱، قاہرہ ۱۳۲۱ھ، ص ۱۷۔

۳۰- سیوطی، ایضاً، ج ۱، ص ۲۰۴۔

۳۱- القرطبی، ایضاً، ص ۳۲۹ تا ۳۳۱۔

۳۲- زمخشری، الکشاف ج ۱، قاہرہ ۱۳۵۴ھ، ص ۵۶۔

۳۳- ابن خالویہ، مختصر فی شواذ القرآن، قاہرہ ۱۹۳۴ء، ص ۸۔

۳۴۔ ایضاً، ص ۲۴ ۔

۳۵۔ ایضاً، ص ۸۸ ۔

۳۶۔ ایضاً، ص ۱۲۳، زمخشری ایضاً، ج ۲، ص ۲۴۳ ۔

۳۷۔ ابن خالویہ، ایضاً، ص ۱۴۳، ۱۵۳ ۔

۳۸۔ ایضاً، ص ۱۶۹ ۔

۳۹۔ ابو نعیم، ایضاً، ج ۳، ص ۳۶۱، ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰۹ ۔

۴۰۔ ابن سعد، ایضاً، ج ۶، ص ۲۳۸، ذہبی تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۲، ۱۵۴، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳، حیدر آباد دکن ۱۳۲۷-۱۳۲۵ھ ص ۳۹۶، ج ۴، ص ۲۲۲، ج ۷، ص ۲۱۲ ۔

۴۱۔ طبری۔ ایضاً، ج ۲، ص ۹۹، ج ۴، ص ۷، ۴۳، ۴۴، ج ۵ ص ۵ وغیرہ
معمر کی تفسیر طبری نے لفظ بہ لفظ اپنی تفسیر میں محفوظ کردی ہے۔

۴۲۔ قرآن، سورت نمبر ۶، آیت نمبر ۵۹ ۔

۴۳۔ قرآن، سورت نمبر ۲، آیت نمبر ۲۴ ۔

۴۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۳، قاہرہ ۱۳۹۰ھ، ص ۲۶۰ ۔

۴۵۔ طبری، ایضاً، ج ۸، ص ۱۵۱، ج ۹، ص ۲۹ وغیرہ۔

۴۶۔ ایضاً۔

۴۷۔ ایضاً۔ ج ۲، ص ۲۸، ۱۲۷، ۱۴۰ وغیرہ۔

۴۸۔ ایضاً، ج ۲، ص ۳۴۳، ج ۷، ص ۶۵ ۔

۴۹۔ ابوزرعہ، تاریخ دمشق (مخطوطہ، المجمع العلمی دمشق نمبر ۲۱۰/ ج ۹ ص ۱۹۹ الف ۔

۵۰۔ طبری، ایضاً، ج ۷، ص ۱۵۱، ج ۱۱، ص ۲۷، ابن کثیر، تفسیر القرآن

العظیم، ج ۲، ص ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۱۸، ۴۱۹۔

۵۱۔ طبری ایضاً، ج ۴، ص ۶۳، ۷۸، ۸۷۔

۵۲۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۳۹ تا ۲۵۱، ۲۶۳ تا ۲۶۷ وغیرہ۔

۵۳۔ ایضاً ج ۱۴، ص ۷، ۴۵۔

۵۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۱۸۰، ۱۸۵، ج ۶، ص ۱۰۸، ۵۱۸، ۵۲۰۔

۵۵۔ قرآن پاک کی ان آیات کا ترجمہ یہ ہے: تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے اور ایمان والوں کے لئے دوستی میں قریب تر ان لوگوں کو پاؤگے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس وجہ سے کہ ان میں عبادت گذار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور ان میں غرور نفس نہیں ہے جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پہ اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوجاتی ہیں اور وہ بول اُٹھتے ہیں کہ پروردگار، ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے اور وہ کہتے ہیں "آخر کیوں نہ ہم اللہ پہ ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اسے کیوں نہ مان لیں جب کہ ہم اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے"۔
(قرآن، سورہ نمبر ۵، آیات ۸۲، ۸۳، ۸۴)

۵۶۔ طبری، ایضاً، ج ۷، ص ۵۔

۵۷۔ قرآن، سورت نمبر ۳، آیت ۹۶۔

۵۸۔ طبری، ایضاً، ج ۴، ص ۷۔

۵۹۔ قرآن سورت نمبر ۹، آیت نمبر ۶۰۔

۶۰۔ طبری، ایضاً، ج ۱، ص ۹۶۔

۶۱۔ زھری، مخطوطہ پرنسٹن نمبر ۲۲۸۔